AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

ہجوم کی نفسیات اور اسباب و محرکات: پاکستانی معاشرے کے تناظر میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Crowd Psychology and its Causes and Motivations: An Analytical Study in the Context of Pakistani Society

Habib Ur Rehman

Ph.D. Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur,
habib6400598@gmail.com

Dr. Muhammad Asif Malik

Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Rahimyar Campus

Abstract

Mob psychology is a discipline of social psychology, which studies how the collective psychology of a group is different from the individual psychology of its members. The study of mob psychology studies the behaviors and thought processes of individual crowd members and the crowd as a whole. Crowd's behavior is largely influenced by deindividuation and an individual's perception of the universality of the behavior, both of which intensify with the increase in the size of the crowd. If we look into the history, large crowds were able to cause dramatic and sudden social changes by neglecting the established due process which would often lead to controversies. Social scientists have put forward many theories to explain crowd psychology and the difference in the psychology of the collective crowd and the psychology of the individual within the crowd. There are three important theories in this regard, classical theory, deindividuation theory, and convergence theory. Mob psychology can be related to various contexts such as protests, riots, sporting events and even sometimes in online interactions.

Keyward: Mob, Psychologe, Causes and motivations, Pakistani Society

تمہید

دور حاضر میں ہر طرف ہجوم کی حکمرانی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے ہجوم اپنے لیڈر کے پیچھے چلتا تھا اور لیڈر کی فکر اور سوچ کے مطابق یکجا ہو جاتا تھا مگر اب حالات یکسر تبدیل ہو گئے ہیں، اب لیڈر ہجوم کی منشا کے مطابق اپنے افکار کو ترتیب دیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ہجوم حکمران ہو جائے تو معاشرے میں اشتعال کی ابتداء ہو جاتی ہے۔ اور آج کل تمام دنیا اس قسم کی انارکی سے گزر رہی ہے۔ اس انارکی کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ معاشرے میں عظیم قیادت موجود ہوتی تھی یہی آج کل کا فقدان ہے۔ تمام دنیا بالعموم اور پاکستان بالخصوص اس طرح کی صورتحال سے گزر رہا ہے۔

" ہجوم کی نفسیات اور اسباب و محرکات" پاکستانی معاشرے کے تناظر میں ایک تجزیاتی مطالعہ ہے۔ اس آرٹیکل میں دو جہتوں کو بیان کیا ہے، ایک جہت ہجوم کی نفسیات اور اسباب و محرکات جس میں ہجوم کی نفسیات کا تعارف اور تاریخ اور اسباب و محرکات بیان ہوں گی جبکہ دوسری جہت میں یہ بیان کیا جاءے گا کہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں کیسے ہجوم کی نفسیات انفرادی نفسیات پر غالب آجاتی ہیں۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جسے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اس کی بنیاد مذہبی ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے۔ کہ اپنے قیام سے لیکر آج تک پاکستان سیاسی و معاشی اور مذہبی عدم استحکام کا شکار رہا ہے۔ اپنی جغرافیائی اہمیت کے باوجود اس میں عدم استحکام کا ہونا ایک ناقابل قبول معاملہ ہے۔ آئے دن ہجوم کا مشتعل ہو جانا ایک معمول بن گیا ہے۔ اس کا اثر آج بھی ہماری معاشی ترقی پر پڑ رہا ہے۔ اس ریسرچ میں ہجوم کے مشتعل ہونے کے اسباب اور وجوہات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بیان کیا جاءے گا کہ پاکستانی معاشرے میں مشتعل ہجوم کا کس طرح پاکستانی معیشت پر برا اثر پڑتا ہے۔

ہجوم کی نفسیات اور تاریخ:

تاریخ کے ارتقاء میں جب معاشرہ سیاسی، سماجی، اور معاشی طور پر بدلتا ہے، تو اس کے ساتھ ہی لوگوں کی نفسیات بھی بدل جاتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں، تو اس ہجوم کے انفرادی رویوں کے ساتھ ساتھ اس کے اجتماعی رویوں کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے۔

"موب سائیکالوجی"[1] جسے اردو زبان میں ہجوم کی نفسیات کہتے ہیں، یہ سماجی نفسیات کی ایک اہم شاخ ہے۔ اور دور حاضر میں اس علمی میدان پر کام ہو رہا ہے۔

اس ضمن میں بہت سارے نظریات موجود ہیں، ان میں، صف اول کے "گستاف لی بون، گیبریل ٹارڈ، وسگمنڈ فرائیڈ اور اسٹیو ریچر" کے ہیں۔ اس شعبہ میں جس طرف توجہ دی جاتی ہے، اس کا تعلق کسی مجمعے میں انفرادی و اجتماعی رویوں اور ان کی سوچ سے ہے۔ سماجی نفسیات دانوں کے مطابق مجمعے کا رویہ انفرادی طور پر ذمے داری کھو دینے اور یکساں رویہ اختیار کر لینے کی فکر سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ اور جوں جوں مجمع بڑھتا جاتا ہے، یہ دونوں عوامل بھی بڑھتے جاتے ہیں۔

اس میدان میں علمی و تحقیقی کام کا آغاز اٹھارہویں صدی میں ہو گیا تھا، اور اس پر ابتدائی کام یورپ کے علاقوں میں ہوا۔ اور اہل یورپ نے اس صدی میں بہت سارے بدلتے سماجی و سیاسی حالات دیکھے، جس کا اثر خاص طور پر ان کے مجمعے پر پڑا، اور وہاں کے علمی حلقوں میں اس میدان پر کام

شروع ہو گیا۔ "de crowd"ایک اصطلاح ہے جو پیرس "اٹلی" میں ظاہر ہوئی،[2] اٹلی میں ان دنوں قانونی اصلاحات کے ماہرین کا اس بات پر زور تھا کہ سماجی قوانین کو حیاتیاتی قوانین سے ہم آہنگ کیا جائے۔

مجمعے کی نفسیات پر جو پہلی مرتبہ باقاعدہ بحث 16 نومبر 1885 کو روم میں منعقدہ ایک عالمی کانگریس میں ہوئی، جو "کرمنل اینتھروپولوجی" کے متعلق منعقدہ ہوئی، جس میں ہجوم کی نفسیات پر وسحر انگیز گفتگو ہوئی۔ اور اہل علم کے اس عمل نے ایک نئی جہت روشناس کروائی جس کا تعلق معاشرہ ومعاشرتی پہلوں سے ہے۔ تاہم مجمعے اور اس کے رویے کے بارے میں کافی حد تک 1841 تک تحریری شکل میں منظر عام پر آچکا تھا۔ 8 جون 2023 کو جنگ اخبار میں ایک مضمون رضوان احمد طارق صاحب کا شائع ہوا، جس میں انہوں نے بہت اہم نقطہ بیان کیا، کہ محققین نے مجمعے کے منفی پہلووں کی جہت پر زیادہ توجہ دی ہے، جبکہ مجمعے اور اس کے اراکین کے بارے میں انتہائی محدود تحقیق ہوئی ہے، اور اسی طرح مجمعے کی اقسام کی درجہ بندی کے بارے میں بھی کوئی اتفاق سامنے نہیں آیا ہے۔[3]

ہجوم کی نفسات کا تاریک پہلو: (Dark Psycology)

مختلف صورتوں میں انسان شعوری یا غیر شعوری طور پر اچھے یا برے رویوں کا اظہار کرتا ہے۔ بعض لوگوں کے رجحانات کا غلبہ برے خیالات کی طرف ہوتا ہے۔ جھوٹ، مکاری، دھوکہ دہی کا استعمال کرتے ہوئے لوگ اپنا کام نکلواتے ہیں۔ اس قسم کے منفی رویوں کا سائنسی مطالعہ "**Dark Psycology**" کہلاتا ہے،[4] جس میں اس قسم کے رویوں کی وجوہات اور اغراض پر تحقیق کی جاتی ہے۔ اس طرح کی تحقیقات میں اس چیز پر بحث کرتے ہیں۔ کہ خود غرض اور مطلبی لوگ کیوں اور کیسے اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ اور کس طرح کے عوامل کو اپناتے ہوئے وہ اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔

2002 میں دو مشہور ماہرین نفسیات "**ڈیلرائے پالھس**" اور "**کیون ولیمز**" نے ایک جدید نام سے ایک اصطلاح

"Dark triangle" (تاریک تکون) متعارف کرائی ہے۔ جس میں ہجوم کی نفسیات کے تاریک پہلو کے حامل لوگوں میں موجود دو خامیوں کی نشاندہی کی ہیں:

پہلا: نرگسیت، اس سے مراد اپنے آپ کو بالاتر سمجھنا۔ اور اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنا۔

دوسرا میکاولی ازم، اس کا مطلب دھوکہ دہی اور دوسروں کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرنا ہے۔

ہجوم کی نفسیات، اسباب و محرکات:

یوں تو معاشرے کے عمومی حالات کا اثر ہجوم پر پڑتا ہے، اور یہ اثر اس کی نفسیات پر ہوتا ہے۔ اگر گذشتہ چند دہائیوں پر نظر ڈالی جائے تو دنیا کے حالات پر کچھ ایسے معاملات ظاہر ہوتے ہیں، جن کا تعلق پر تشدد اور ہیجان خیز کیفیات سے ہے، اور یہ کیفیات انسان کی کیفیات پر گہرا اثر چھوڑتی ہیں۔ اور نفسیات کا تعلق چونکہ ذہنی ارتقاء سے ہے، اس لیے معاشرے کی فکری اور معاشرتی حالت پر اثرانداز ہوتی ہے۔

دور حاضر میں اگر اقوام کو دیکھا جائے، تو یہ بات آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے، کہ معاشرے میں جس طرف افراد کا اجتماع ہو معاشرہ اسی طرف دھکیلا جاتا ہے، اس کی فکری اور معاشرتی اور بقیہ تمام جہات اسی طرف راغب ہو جاتی ہیں اور جب بھی معاشرہ سماجی اور معاشرتی طور پر بدلتا ہے،

تو اس تبدیلی کے ساتھ ہی معاشرے کے افراد کی نفسیات بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔اس تبدیلی نفسیات کا گہرا اثر اس معاشرے کی سیاست پر بھی پڑتا ہے۔ دور حاضر کی اہم ترین مثال روس اور یوکرین کی جنگ ہے۔ جس کا اثر پورے یورپ کے سیاسی اور معاشرتی حالات پر پڑا۔ ایک مغربی مورخ(Gustave Le Bon) نے ہجوم کے نفسیات کے متعلق یوں لکھا ہے، کہ یہ ضروری نہیں کہ ہجوم کسی منصوبے کے تحت اکٹھا ہو جاءے، بلکہ وہ بعض اوقات اچانک جمع ہو جاتے ہیں، اور ایک مجمعے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، اور ہر شخص اپنی انفرادی اہمیت کھو کر اجتماعی اہمیت حاصل کر لیتا ہے۔ اور مجمعے کے تمام افراد اکھٹے ہو کر وہ فرق ختم کر دیتے ہیں، جن کا تعلق معاشرے کی معاشی حالات سے ہے۔ امیر و غریب سب یکساں ہو جاتے ہیں۔[5]

یہ عمل ہجوم کی طاقت بنتا ہے۔ ہجوم کا اپنا کوئی پروگرام یا منصوبہ نہیں ہوتا ہے۔ اس کی طاقت کا انحصار اس میں شامل افراد کے جذبات اور احساسات پر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جب ہم سیاسی ہجوم دیکھتے ہیں، اس میں انفرادی ضروریات پر ہجوم غالب آجاتا ہے، اور ایک ہجوم انفرادی ضرورت پر اکٹھا ہو کر ایک اجتماعی حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔

Elis canetti ایک مغربی ناول نگار تھا، جسے اس کی ادبی خدمات پر اس کو نوبل انعام سے نوازا گیا۔[6] انہوں نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "The crowed and power" میں مجمعے یا ہجوم کے رویے پر نفسیاتی تحقیق پیش کی ہے۔ انہوں نے اس میں بہت اہم نکات بیان کیا ہے وہ اہم نکتہ یہ ہے کہ ایک تو ہجوم اس معاشرے کی قائم شدہ روایات، عقائد اور رسم ورواج کو مستحکم کرتا ہے۔ جیسے مذہبی اجتماعات میں ہجوم خاموش رہتا ہے، دوسری طرف جیسے ہی تبرکات کا اعلان ہوتا ہے۔ تو وہی باأثر ہجوم لوگوں کو کچلتا ہوا تبرکات کیلئے دوڑ پڑتا ہے۔ اور اس طرح بعض اوقات خاموش مجمع اشتعال انگیز ہو جاتا ہے۔[7]

انفرادی اور اجتماعی سوچ اور فکر:

انفرادی سوچ اور فکر ایک عمیق فکر گردانی جاتی ہے، جس کا تعلق معاشرے کی اصلاح اور ترقی سے ہوتا ہے۔ مگر بعض اوقات اس پر اکثریت کی فکر غالب آجاتی ہے۔ یہ فکر کیوں غالب آتی ہے؟ اس معاشرتی نکتے کو سمجھنے کے لیے مجمعے کے خواص کو دیکھنا ہو گا۔ چند خواص، مثلاً تعداد، جذبات پر قابو پانے کی طاقت اور ان پر عمل ہے، جو وبائی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور فرد واحد اپنے ذاتی منافع کو چھوڑ کر اکثریت کے مفاد کا غلام بن جاتا ہے۔ اسی طرح جیسے کوئی غیر مرئی قوت اسے اپنے زیر اثر کر رہی ہو۔ یوں وہ ہپناٹائزڈ ہو کر اپنی فکری طاقت مجمعے کے حوالے کر دیتا ہے اور اس کے احکامات اور منشا کے تابع ہو جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون سے انفرادی افکار پر ہجوم غالب آجاتا ہے؟ اس کی وجہ صرف سیاسی فکر نہیں، بلکہ ہر طرح کی انفرادی فکر پر مجمع غالب آجاتا ہے۔

سیاست کی اہم ترین مثال جمہوریت ہے۔ کہ جب ایک انفرادی ووٹ ہجوم کی اکثریت سے مل جاتا ہے تو اس ووٹ پر اکثریت کی فکر غالب آجاتی ہے، اور اکثریت کے حامل افراد منتخب ہو کر معاشرے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح 2020 میں جب کرونا جیسی بیماری نے پوری دنیا کو متاثر کیا اور لاکھوں افراد لقمہ اجل بن گئے۔ اس وقت پوری دنیا طبی میدان میں یکجا ہو گئی۔ اور اس میدان میں اس بیماری کا مقابلہ کرنے کے لیے عالمی تحقیقات کو اپنایا گیا، اور جو کہ انفرادی آراء و تحقیق پر غالب آگئیں۔ اسی طرح معیشت کے میدان میں بھی عالمی حالات اثر انداز ہوتے ہیں، جس کی دور حاضر کی اہم ترین مثال یوکرین اور روس کی جنگ ہے۔ جس نے عالمی معیشت پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ دوسری اہم ترین مثال فلسطین

اور اسرائیل کے مابین جنگ ہے۔ جس نے پورے "وسطی ایشیاء" کو اپنے لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس جنگ نے تمام عرب کو ایک اجتماعی فکر دے دی ہے۔ جو کہ سیاسی فکر کے ساتھ ساتھ مذہبی فکر بھی ہے۔[8]

ہجوم کی نفسیات اور انتہاپسندی:

دراصل ہجوم کی نفسیات جنون، تشدد اور انتہاپسندی کی نفسیات میں باآسانی ڈھل جاتی ہے۔ اس وقت دنیا میں جس طرح کا پر تشدد ماحول بن گیا ہے۔ اس کا اتنا گہرا اثر ہجوم پر چھوڑا ہے ، کہ فائرنگ اور دھماکے کے نتیجے میں کچھ افراد کا لقمہ اجل بن جانا ہجوم پر کوئی اثر نہیں کرتا۔ یوں لگتا ہے کہ خوف اور عدم تحفظ ہجوم کے اذہان میں سرائیت کر گیا ہے۔ اگر ہجوم کی نفسیات کے حامل افراد کو اپنی طاقت کا علم ہو جائے تو کوئی ہلکی سی مہمیز بھی انہیں یہ طاقت بے لگام طریقے پر استعمال کر کے اپنے خوف اور محرومی کو دبانے کی کوشش پر آمادہ کر سکتی ہے۔ آج کل یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ کہیں بھی کوئی مسئلہ درپیش ہو جیسے ایکسیڈنٹ وغیرہ۔ ہجوم بجائے ان کی مدد کے موبائل پر تصاویر بنا کر سوشل میڈیا پر لگا دیتے ہیں۔ یہ بے حسی کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

ہجوم کی نفسیات اور اجتماعیت کی نفسیات:

ہجوم کی نفسیات اور اجتماعیت کی نفسیات میں کافی فرق ہے۔ ہجوم کی نفسیات کے تحت شکایت، احتجاج اور نعرے بازی کی جاسکتی ہے، حالات سے تنگ آئے افراد شور مچا کر اپنے احساسات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ جبکہ محض علم، شعور اور فکر ہی ایسی قوتیں ہیں جو ہجوم کی نفسیات کو باہم مربوط کر کے انہیں اجتماعیت کی نفسیات میں تبدیل کر سکتی ہیں۔ اہل علم کی رائے کے مطابق شعور ایک اہم نکتہ ہے جو ان دونوں میں فرق ظاہر کرتا ہے۔ مگر ہمیشہ ہجوم کی نفسیات اجتماعیت پر غالب آ جاتی ہیں اور معاشرے پر گہرے نقوش چھوڑ جاتی ہیں۔

جذباتی بلیک میلنگ یا دوسری اصطلاح ایموشنل بلیک میلنگ کی اصطلاح ایک ہی معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ اس میں اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کو مجبور کیا جاتا ہے، کہ وہ اپنے مقاصد کو حل کرنے کے لیے کس طرح ان سے فوائد حاصل کیے جائیں۔ اس طرح کے لوگ بہتر طور پر دوسرے لوگوں کی نفسیات سے کھیلتے ہیں۔ اور اس طرح کے ہی لوگ معاشرے کو لیڈ کرتے ہیں۔

ہجوم کی نفسیات کے جدید پہلو:

یہاں ایک بات بہت اہم ہے، کہ اگر ہجوم کو روشن خیال قوتیں نئے افکار و خیالات پیدا کرنے کے لیے استعمال کریں تو معاشرہ پروان چڑھتا ہے۔ اور اگر تنگ نظر اور انتہاپسند لوگ کسی بھی ہجوم کو لیڈ کریں گے تو معاشرے میں تنگ نظری اور معاشی پسماندگی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ جیسے 14 جولائی 1789ء کو پیرس میں ایک بستی کے قلعے پر چند لوگوں نے حملہ کیا اور ان کا یہی مطالبہ تھا۔ کہ قلعے کے گورنر کا سر کاٹا جائے۔ اس کے علاوہ وہ ہجوم کسی چیز پر راضی نہ تھا۔ چنانچہ اس مطالبہ کو پایا تکمیل تک پہنچانے کے لیے باورچی نے اپنے چاقو سے اس کا سر کاٹ دیا۔ اور وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے ان کے درمیان ہیرو کی حیثیت حاصل کر گیا۔ دور حاضر کی ایک اہم مثال یہ ہے کہ تقسیم ہند کے دوران دونوں اطراف کے لوگوں نے ایک دوسرے کے سر تک کاٹ دیے۔ مگر کچھ عرصہ بعد دونوں اطراف کے لوگوں کو اپنے کیے پر شرمندگی کا احساس ہوا۔

فرد اور مجمعے کی فکر اور سوچ میں فرق:

اہل علم فرد کی فکر کے بارے میں جب بھی گفتگو کرتے ہیں۔ تو وہ اس چیز کو بیان کرتے ہیں۔ کہ کسی بھی معاشرے میں فرد کی فکر بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات فرد واحد کی فکر ہی معاشرے کو سنوار دیتی ہے۔ جیسے کہ برصغیر میں علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی فکر۔ جنہوں نے دو قومی نظریے کی بنیاد رکھی۔ آپ کی یہ فکر ایک مضبوط فکر تھی۔ جس نے ہجوم کو اپنی طرف راغب کیا۔ اور اس کے حصول کے لیے ہجوم نے انتھک محنت کی۔ اور بالآخر علیحدہ ملک پاکستان معرض وجود میں آیا۔ مگر ماہر نفسیات بیان کرتے ہیں۔ کہ جب بھی معاشرہ میں انتشار پسندی عروج پر ہو۔ تب فرد واحد کی فکر مجمعے سے جدا ہو جاتی ہے۔ اور مجمع اجتماعی طور پر انتہا پسندی کا رویہ اختیار کر لیتا ہے۔ اس ضمن میں ایڈورڈ ڈیئیز نے انسانی نفسیات کے بارے میں یوں بیان کیا ہے، کہ پچھلی صدی میں جہاں صنعت نے ایک عظیم انقلاب برپا کیا تھا۔ وہاں ہی اس انقلاب نے ہجوم کی نفسیات سے کھیلنے کا گر بھی سیکھ لیا تھا۔ جس نے معاشرے میں تقریباً اعتدال کو ختم کر کے غیر ضروری خریداری کو بڑھایا۔ اور اس غیر ضروری عمل نے خواہشات کا غلام بنانے میں ایک اہم کردار نبھایا۔

جیسے کہ ماہر نفسیات بیان کرتے ہیں۔ کہ معاشرہ میں جب بھی غیر فطری عمل ہو گا تو اس کا اثر ہجوم کی نفسیات پر پڑے گا۔ جیسے کہ صنعتی انقلاب نے معاشرے پر جو غیر فطری خواہشات بڑھائیں۔ ان میں خواتین میں سگرٹ نوشی کا بڑھ جانا ایک غیر ضروری اور غیر فطری عمل تھا۔

یہاں وہ عوامل اہم ہیں۔ جو مجمعے کے عقائد اور آراء پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان میں سماجی روایات، نسل، سیاسی اور سماجی ادارے، مجمعے کی اخلاقی اور جذباتی کیفیت اور تعلیم کی شرح کافی اہم ہیں۔ یہاں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ انسان کا فطری رجحان عموماً انفرادی طور پر مکمل اظہار سے قاصر ہوتا ہے۔

ہجوم کی خواہش:

اس دنیا میں ہر شخص دنیا کے باقی لوگوں سے جڑنے کی خواہش میں اپنی زندگی کو داؤ پر لگانے پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ہجوم کی خواہش آج کے انسان کی ذاتی خواہش بن گئی ہے۔ اور یہی خواہش انسان کو بے رنگ کر دیتی ہے۔ مگر لوگ اس چیز کو سمجھ ہی نہیں رہے۔ اور اپنی پہچان کھو بیٹھتے ہیں۔ مگر یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ وہی انسان معاشرے میں اہمیت حاصل کر گیا۔ جس نے علیحدہ رہ کر اپنی پہچان بنائی۔ معاشرہ بھیڑ کا نام ہے۔ اور اس سے اشتراک ایک لازمی اور فطری عمل ہے۔ اور اس سے علیحدہ رہ کر انسان کبھی عروج نہی پا سکتا، مگر اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ انسان اس بھیڑ میں اپنا وجود ہی کھو بیٹھے۔

شخصی ارتقاء کے موضوعات میں لکھنے والوں نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ انسان کو اپنی ترجیحات کے کے سامنے کسی اور کو ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ اور انفرادی طور پر اہداف و مقاصد کا تعین کرنے کے بعد اجتماعیت کو فوقیت دینا محض حماقت ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اور اس بات سے معاشرے کو کوئی غرض نہیں کہ فرد واحد اس معاشرے کے لئے کیا کر سکتا ہے اور کیا نہیں۔ زندگی کا حسن اس بات میں مضمر ہے کہ معاشرے میں رہنے والا فرد اپنے وجود کو کس طرح باا ثر بناتا ہے اور اس سے کس طرح معاشرہ مستفیذ ہوتا ہے۔ مگر یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے۔ کہ معاشرہ اور فرد واحد لازم و ملزوم ہے۔ انسان کی ضروریات پورا کرنے کے لیے معاشرہ ایک مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ انسان کی اخلاقی بناوٹ اور کردار سازی بغیر معاشرہ کے ممکن نہیں۔ ماں باپ دونوں معاشرے کے ہی اہم حصے ہیں۔ انسان پیدائش سے لیکر موت تک معاشرے کا محتاج ہے۔ [9]

ہجوم کی نفسیات کا منفی پہلو:

یہ ایک ایسی غیر قانونی کاروائی ہوتی ہے۔ جس میں ایک ہجوم یا گروہ کسی ایسے شخص یا متعدد اشخاص کو سزا دیتا ہے۔ جو اسکی نظروں میں مذموم ہوتے ہیں۔ اور اس تشدد سے متاثر افراد شدید زخمی یا ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ہجوم کی نفسیات میں عمومی طور پر کوئی عمل مل کر کرنے کا رجحان ہوتا ہے۔ تمام افراد یعنی ہجوم مل کر تمام رکاوٹیں عبور کرتے ہیں۔ مل کر اپنے آپ کو پولیس کے رد عمل سے بچاتے ہیں۔ اس طرح کے ہجوم پر صرف اس کے رہنمائی کرنے والے افراد ہی ان پر قابو پاسکتے ہیں۔ اگر قابو نہ پایا جاسکے تو یہ ہجوم کچھ شر پسندوں کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس نے اس مشتعل ہجوم پر قابو پالیا وہ فتح پا گیا۔ یہاں ایک خطرناک چیز یہ ہے۔ کہ لوگ بغیر سوچے سمجھے بڑے گروہوں پر اعتماد کر کے ان کے اصولوں پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس غیر ضروری عمل سے انسان کو بہت سارے سنگین نتائج سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات بھی اسی پر مبنی ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔"وان تطع اكثر من فى الارض يضلوك عن سبيل الله ۔ان يتبعون الا الظن وان هم الا يخرصون۔[10] اگر تم زمین پر رہنے والوں میں سے اکثر کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں خدا کی راہ سے دور کر دیں گے۔ وہ صرف مفروضوں کے پیچھے چلتے ہیں۔ وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں"

ار دو میں ہم "ہجوم کی نفسیات" کو ریوڑ ذہنیت بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ افراد معاشرے میں اپنے احساسات کو ختم کر کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ مل کر ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اس ذہنیت کے بہت سارے نام ہیں۔ جیسے ایک بھیڑ ہونا، گروہی ذہنیت اور ہجوم کی نفسیات ہے۔

مشتعل ہجوم کا انصاف، خود ایک ظلم ہے:

پچھلے چند سالوں میں کچھ ایسے واقعات ہمارے سامنے پیش آئے ہیں۔ جن میں ایک مشتعل ہجوم نے خود کار انصاف کے تحت جو بھی عمل کیا ہے۔ اس میں ظلم اور تشدد ہی نظر آیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات یہ ہجوم انصاف کے حصول کے لیے کسی دوسرے کو موت کے بھینٹ ہی چڑھا دیتے ہیں۔ اس ہجوم کے ہاتھوں فوری انصاف کی سوچ، کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے۔ علم نفسیات میں ہجوم اور اس کے رویوں کو اگر سائنسی تحقیقی انداز میں پرکھا جائے۔ تو یہ بات سمجھ آتی ہے۔ کہ ہجوم میں فرد واحد کی ذاتی حیثیت تحلیل ہو جاتی ہے۔ اس لیے ضروری نہیں کہ اس ہجوم کا ہر فرد مشتعل ہی ہو۔ اور وہ جرائم پیشہ ہو۔ بلکہ وہ ایک پڑھا لکھا اور مہذب آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ جس کی اپنی سوچ اور فکر اس ہجوم کی سوچ اور فکر میں ڈھل جاتی ہے۔[11]

اس معاشرے میں تشدد کی حوصلہ افزائی کرنے اور نہ کرنے والے دونوں طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ مگر غالب وہی آتا ہے۔ جس کے پاس ہجوم ہو۔ یا جس پر ہجوم کو کنٹرول کرنے کی طاقت ہو۔ مگر آج کل کے دور میں ہجوم کو لیڈ کرنے والا ہجوم کی نفسیات کے مطابق ہی اپنی فکر اور سوچ کو ڈھال لیتا ہے۔ یہ ایک خطرناک عمل ہے۔ جس پر آج کل کے نام نہاد قائد عمل پیرا ہوتے ہوئے۔ مجمع کی نفسیات سے کھیلتے ہوئے اپنے عزائم پورے کرتے ہیں۔

جرائم پیشہ افراد کی نفسیات:

جب بھی معاشرے میں کوئی جرم ہوتا ہے۔ تو اس کے پیچھے بہت سارے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ جن کا علمائے نفسیات جائزہ لیتے ہیں۔ ان کے مطابق ہجوم کے جرائم پیشہ ہونے کے لیے بعض اوقات نفسیاتی اور ذہنی بیماری بھی ہوتی ہے۔ کریمنل سائیکولوجسٹ ایک الگ فیلڈ ہے۔ مگر یورپ کے مقابلے میں ایشیاء کے ممالک میں مجرمانہ نفسیات پر بہت کم کام ہوا ہے۔ جبکہ یورپ کی تدریس گاہوں میں یہ مضمون پڑھایا جاتا ہے تاکہ لوگوں میں اس کے متعلق فہم پیدا ہو۔

امریکن سائیکولوجیکل ایسوسی ایشن نے 2001 میں نفسیات اور قانون کے مابین نفسیات کی ایک شاخ کی 1879 میں ماہر نفسیات Wilhelm Wunday نے بنیاد ڈالی تھی۔[12] جس میں قانون اور نفسیات کے مابین تحقیقات کی جاتی ہیں۔ اور ان کے مابین ربط واضح کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی تحقیقات سے معاشرے میں جرائم کی روک تھام کے بہت سارے عوامل پر بات چیت ہوتی ہے۔ جس کا بلاشبہ معاشرے کی اصلاح میں اہم کردار ہے۔

معاشرتی زندگی میں ذاتی ذمے داری کا بہت بڑا خلا پایا جارہا ہے۔ بعض لوگ ارد گرد کے ماحول سے بہت بے خبر رہتے ہیں۔ وہ اپنے اندر ہی گم رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مجرم ذہنیت کے حامل لوگ سنگین واردات کرکے اور لوگوں کو گمراہ کرکے سلیمانی ٹوپی پہن کے غائب ہو جاتے ہیں۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے "Dark Psycology" کی مدد سے مجرموں سے تمام معلومات اگلوا لیتے ہیں۔ اور ماہر نفسیات لوگوں کی نفسیات کو دیکھتے ہوئے ڈارک سائیکالوجی کا سہارا لے کر لوگوں کے خوف، فوبیا وغیرہ دور کرنے کے لئے بسا اوقات اس کا سہارا لیتے ہیں۔

ہجوم کی نفسیات اور اسلام:

اسلام ایک ایسا عالمگیر مذہب ہے۔ جس نے انسان کو زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی فرمائی ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے عرب کے معاشرے میں رہ کر پہلے 40 سال اپنے اخلاق مبارک سے اس معاشرے کو اپنا گرویدہ بنایا اور کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو آپ کی ذات سے متاثر نہ ہوا ہو۔ گوستاو لیبون نے کہا: "محض انصاف کے نظریاتی اصولوں پر مبنی قوانین کبھی بھی عوام کو اپنی طرف نہیں لے جاسکتے اور یہ کہ صرف وہ تاثرات جو عوام کو اپنی طرف نہیں لے جاسکتے اور یہ کہ وہ صرف تاثرات جو عوام میں پیدا کیے جاسکتے ہیں، وہی انہیں اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے، وہ قانون ساز جو عوام کی روح سے ناواقف ہیں، وہ کبھی بھی اس نکتے کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ تجربے نے انہیں یہ نہیں سکھایا کہ انسان کبھی بھی محض خالص نظریاتی عقل کی بنیاد پر عمل نہیں کرتے۔"[13]

جب اس اقتباس کو دیکھیں تو ہمارے سامنے ذات نبوت آتی ہے، جس ذات نے عرب جیسے معاشرے میں رہ کر پورے جہاں کو اپنا گرویدہ بنا دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات تھیں جس نے ہجوم کی نفسیات پر گہرا اثر ڈالا اور بگڑے ہوئے معاشرے کو سدھار دیا۔ ہجوم کی نفسیات پر آپ ﷺ کے اقوال و کردار نے زبردست اثر چھوڑا۔ اور تمام معاشرہ جو بگڑا ہوا تھا۔ یکسر تبدیل ہو گیا۔ وہاں قانون کی حکمرانی ہوئی، صحیح

اور غلط کا فرق واضح ہوا۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ اہل عرب کو لڑائی جھگڑے سے دور رکھا اور وہ تمام عادات جو مجموعی طور پر ان میں موجود تھیں جیسے چوری چکاری، شراب نوشی وغیرہ جیسے معاملات سے دور رکھنے کی تعلیمات دیں۔ جو کہ پورے عرب کیلئے بڑی اہمیت کی بات ہے۔ اور اس عمل نے پورے معاشرے کی نفسیات پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ سالہا سال کے رسم و رواج کو آپ ﷺ کے افکار نے یکسر تبدیل کر دیا تھا۔ جہالت سے نکال کر فلاح کی طرف موڑ دیا۔ علم کی روشنی سے پورا عرب منور ہو گیا۔ جن لوگوں نے ہجوم سے ہٹ کر ان

تعلیمات کو اپنایا وہ کامیاب ہوگئے اور فلاح پاگئے۔ اور وہ لوگ جنھوں نے ہجوم میں رہ کر زندگی گزارنے کی کوشش کی وہ لوگ ناکام ترین لوگ ٹھرے۔[14]

اسی طرح اہل عرب عورتوں پر ظلم و ستم کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب بھی کوئی بیٹی پیدا ہوتی۔ وہ زندہ در گور کر دیتے۔ مگر ہجوم کی اس نفسیاتی تنزلی کو اسلام نے یکسر بدل دیا۔ اور بیٹی کو باعث رحمت بنا دیا۔ عورتوں کو ان کے حقوق ملے۔ نفرت عزت سے تبدیل ہوگئی۔ اس طرح کے احکامات نے ہجوم کی نفسیات پر گہرا اثر چھوڑا۔

پاکستانی ہجوم کی نفسیات:

پاکستان جنوبی ایشیاء کا ایک اہم ترین ملک ہے۔ جس کی جغرافیائی اہمیت ناپید ہے۔ یہ وہ واحد ملک ہے۔ جو مذہب کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اور اس ملک کی مذہبی روایات بہت گہری ہیں۔ جب سے یہ ملک حاصل کیا۔ تب سے اس میں سیاسی، سماجی اور معاشی لحاظ سے کمزوریاں پائیں گئیں ہیں۔ سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے اس ملک کو کبھی ترقی یافتہ کی صف میں نہیں پایا گیا۔ اپنے اندرونی انتشار کی وجہ سے آج اس ملک کے نوجوان شخصی اور معاشی تنزلی کا شکار ہیں۔

پاکستان سمیت دنیا بھر میں ہجوم کی جانب سے بہت سارے پر تشدد واقعات دیکھے گئے ہیں۔ خاص طور پر پچھلی چند دہائیوں میں پاکستان میں ہجوم کی جانب سے کچھ ایسی پر تشدد کاروائیاں دیکھی گئیں ہیں۔ جس کی اس سے پہلے کوئی نظیر نہی ملتی۔ اور یہ واقعات واقعتا تشویشناک ہوتے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے پڑھا لکھا طبقہ کافی پریشان ہے۔ مگر یہ حالات ٹھیک ہونے کا نام ہی نہی لے رہے۔ جن کا اثر خاص طور پر ہمارے نوجوانوں پر پڑا۔ ان کی معاشی زندگی پیچھے سے پیچھے ہی جاتی رہی۔[15]

پاکستان میں نسلی فرقہ وارانہ حملے، فسادات، سرکاری اور عوامی املاک کو نقصان اور مسلمان اور غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کے واقعات رونما ہوئے۔ جنھوں نے اس ملک کی ساکھ پر کافی اثر ڈالا ہے۔ نہ کہ صرف بیرونی بلکہ اندرونی خلفشاریاں بھی اس ملک کی ترقی کی راہ میں کافی رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔

بار بار رونما ہونے والے واقعات جو دن بدن پریشانی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ یہ ایک ڈراؤنے خواب کی مانند ہیں۔ جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے۔ یہ واقعات بظاہر مختلف تو ہوسکتے ہیں مگر ان کے نتائج ہمیشہ ایک طرح کے ہی ہوتے ہیں۔ وہ تباہی، افراتفری اور موت پر مبنی ہیں۔

عدم برداشت کی بہت بڑی مثال 2010 میں سیالکوٹ کے شہر میں ظاہر ہوئی۔ جب دو سگے بھائیوں کو چوک چوراہے پر ایک ہجوم کے سامنے چند لوگوں نے تشدد کر کے ہلاک کر دیا۔ ایک ہجوم نے بغیر تحقیق کے خود ہی منصف بن کر دو نوجوان لڑکوں کی جان لے لی۔ جس کے حقائق آج تک ظاہر نہیں ہوئے۔ اس ہجوم نے چند شر پسند لڑکوں کے کہنے پر تحقیق کیے بغیر یہ گھناؤنا کھیل کھیلا۔ اس طرح کے واقعات کے متعلق امریکی ماہر نفسیات " الیف ہنری آلپوٹ " یوں لکھتا ہے۔ مشتعل ہجوم ہم ذہن لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اس طرح کے حالات میں ان ہم ذہن لوگوں کو اپنے نظریات کا انتہائی شدت سے اظہار کا موقع مل جاتا ہے۔ کسی دوسرے کے اخلاقی یا نظریاتی افکار جو مشتعل انگیز ہوتے ہیں۔ انفرادی طور پر چھپ جاتے ہیں۔ جبکہ یہ جذبات مشتعل ہجوم میں زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور جن میں اظہار کے وقت مزید اشتعال پایا جاتا ہے۔ یہ واقعہ اسی قسم کی سوچ کا شاخسانہ ہے۔ پروفیسر " فلپ جی زمبارڈو " اس پر اپنی تحقیق کو مکمل کرتے ہیں۔ کہ " پر تشدد ہجوم اپنے اندر شامل ہونے

والے افراد کو اہم سماجی رویے سے آزاد کر دیتا ہے۔ کیونکہ افسوس، رنج اور دکھ والے رویے انفرادی طور پر چھپ ہو جاتے ہیں۔ جو کہ ہجوم میں مزید شدت کیساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔[16]

اس ملک کی تاریخ افسوس ترین واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ درندگی کی ایک بہت بڑی مثال قصور میں پیش آئی۔ جہاں ایک چھوٹی بچی جس کا نام زینب تھا۔ اسے درندگی کا شکار کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے۔ جس نے ملک کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ اس طرح کے بہت سارے واقعات عمومی طور پر قانونی چارہ گوئی سے محروم رہتے ہیں۔ جو ان کے بڑھاوے کا سبب بنتے ہیں۔ یہ ایک شیطانی سوچ ہے۔ جن کا خاتمہ اشد ضروری ہے۔ ایک بڑا ہجوم بعض اوقات اٹھتا ہے۔ جو نام نہاد " Human rights"

کے نام پر اٹھتے ہیں۔ اور چند دن شور شرابا کر کے چپ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح کی بعض تنظیمیں بھی اپنے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے عوام کی نفسیات سے کھیلتی ہیں۔ اس طرح کے لوگ جنہیں "Serial killer" بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا وجود ہجوم میں موجود ہوتا ہے۔ مگر قابل نفرت ہوتا ہے۔ ماہرین نفسیات اس طرح کے مجرموں کو شدید ذہنی بیمار تصور کرتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ بچپن سے ہی تنہائی کا شکار ہوتے ہیں۔ اور تصوراتی دنیا میں مگن ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات تخریبی سوچوں پر مبنی تصورات، جرائم کا پیش خیمہ بنتے ہیں۔ شدید قسم کے جرائم میں ملوث لوگ اپنے بچپن سے ہی تشدد کا شکار رہتے ہیں۔ اور یہ لوگ ہمیشہ محبت اور چاہت کے بھوکے ہوتے ہیں۔ کیونکہ بچپن سے ہی یہ لوگ ان چیزوں سے دور رہتے ہیں۔ "Criminal theory " میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے، کہ جرم کیوں اور کیسے سرزد ہوتا ہے۔ یا کس قسم کے حالات ہوتے ہیں۔ جو جرم کرنے یا کروانے کا باعث بنتے ہیں۔[17]

پاکستان میں ہجوم پر جو ایک اور چیز غالب آتی ہے وہ تعصب ہے۔ کسی گروہ اور اس کے بارے میں ذہن میں موجود منفی فیصلے تعصب کہلاتے ہیں۔ یہ دراصل وہ رویے ہیں۔ جو منفی جذبات اور احساسات پر مبنی ہوتے ہیں اور جو کسی دوسرے گروہ کے بارے منفی خیالات سے ابھرتے ہیں۔ اور اس قسم کے متعصبانہ رویے عمومی طور پر سماجی عدم مساوات کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہی رویے معاشرے میں ناانصافی کی وجہ بنتے ہیں۔ "سماجی تسلط کا نظریہ " .Social domonence theory کہتی ہے۔[18] کہ ہر فرد چاہتا ہے۔ کہ اس کا سماجی گروہ بقیہ تمام گروہوں پر غالب رہے۔ اس قسم کے تعصبات کی سب سے بڑی مثال شاہ زین قتل کیس ہے۔ جہاں نوجوان لڑکوں نے اپنے دوست کو ہی قتل کر دیا۔ اور دور حاضر میں کراچی کا کیس جس میں مصطفی نامی کم عمر لڑکے کو اس کے اپنے دوستوں نے ہی قتل کر دیا۔ یہ تعصب اور حسد کی مثال ہے۔ آج کل پاکستان میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی چاہت ہی اس قسم کے رویوں کا باعث بنتی ہے۔ اس طرح کے رویوں سے اجتناب کرنا معاشرے میں بہت ضروری ہے۔ اس لیے سماجی میل جول یا socialization کو نفرت کی نہی بلکہ سیکھنے کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ اس لیے استاذ جو کسی بھی قوم کے معمار ہوتے ہیں۔ ان کو صف اول میں رہ کر ایسے حالات سے نبٹنے کے طریقے دوم کو سکھانے چاہیے۔

آگ کا دریا جو ہمارے معاشرے میں جل رہا ہے۔ یہ تب تک جلتا رہے گا جب تک ہم مجموعی طور پر اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔ اور پاکستان میں اس قسم کی ذمہ داریوں کا فقدان ہے۔ نفسا نفسی کا عالم ہے۔ انسان مضطرب ہے۔ اور سوچ مایوس کن ہے۔ اس کی بڑی وجوہات میں سے ایک وجہ قانون سے لاعلمی ہے، یا قانون کی حکمرانی نہ ہونا ہے۔ پاکستان میں ایک فکر کو بیدار کر دیا گیا ہے۔ وہ ہے کہ یہاں قانون صرف امیر کیلئے ہے غریب کے لیے نہیں۔ اس سوچ نے بحیثیت مجموعی معاشرے کو تباہ کر دیا ہے۔ اور ایک مخصوص طبقہ اس فکر کی آڑ میں بے پناہ جرائم میں ملوث پایا جاتا ہے۔ اور جرائم پیشہ لوگ اس کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس لیے جب بھی کسی فرد کو چوری کرتے پکڑا جاتا ہے۔ تو ہجوم اسے قانونی اداروں کے

حوالے کرنے کی بجائے خود سزا دیتا ہے اور چوک وچوراہے میں اس پر تشدد کر کے اسے جانی نقصان پہنچاتا ہے۔ جو کسی بھی مہذب معاشرے میں قابل قبول نہیں۔

خلاصہ:

ہجوم کی نفسیات کا مطالعہ فرد کی شناخت کے اجتماعی شعور میں تحلیل ہو جانے کے عمل کو سمجھنے میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستانی معاشرہ جہاں سماجی، معاشی، سیاسی اور مذہبی تناؤ مسلسل بڑھ رہا ہے، وہاں ہجوم کا رویہ اکثر جذباتی، غیر معقول اور پر تشدد صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس تحقیق میں پاکستانی سیاق وسباق میں ہجوم کے رویوں کے پس پردہ نفسیاتی عوامل جیسے عدم تحفظ، محرومی کا احساس، قیادت کا فقدان، میڈیا کے اثرات اور گروہی شناخت کے اثرات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی تاریخی اور حالیہ واقعات کی روشنی میں ان اسباب کا جائزہ لیا گیا ہے جو ہجوم کو اشتعال انگیزی اور شدت پسندی کی طرف مائل کرتے ہیں۔ یہ مطالعہ اس بات پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ کس طرح ریاستی اداروں کی کمزور حکمت عملی اور سماجی انصاف کی عدم دستیابی ہجوم کو خود ساختہ منصف بننے پر اکساتے ہیں۔ تحقیق کا مقصد نہ صرف اس رجحان کی تفہیم ہے بلکہ اس کے تدارک کے لیے ممکنہ تجاویز پیش کرنا بھی ہے۔

حوالہ جات

---

[1] Crowed are defined as " co – acting", shoulder – to shoulder, anonymous, casual , temporary, and unauthorized collectives.
Corsini Encyclopedia of psychology (mob psychology), Martin s. Greenberg, p:18.

[2] croweds, psychology and politics 1871-1899, jaap van ginneken, cambradge, England ,uk Cambridge university press, 1992,p130.

[3] موب سائیکالوجی، رضوان طارق، جنگ نیوز، 8 جون 2023، ص 11۔

[4] ڈارک سائیکولوجی، حسن خالد، ایکسپریس، نیوز، 19 اکتوبر، 2023، ص 7۔

[5] croweds, psychology and politics 1871-1899, jaap van ginneken, cambradge, England ,uk Cambridge university press, 1992,p130.

[6] The nobal prize in literature 1981. Nobal foundation. Retrieved 8 Aprail 2014.

[7] Crowed and power (masse und macht), Elis Canetti, gollencz, 1960, p285.

[8] تعلیمات نبوی اور جدید علم نفسیات، مولانا ہارون معاویہ، بیت العلوم، 2019ج2، ص 187-190۔

[9] croweds, psychology and politics 1871-1899, jaap van ginneken, cambradge, England ,uk Cambridge university press, 1992,p-286.

[10] الانعام، 116

[11] Psychology the science of behavior, neil Carlson, Donald c. health. Pearson education.inc 2010. P:18-22.

[12] Psychology the science of behavior, neil Carlson, Donald c. health. Pearson education.inc 2010. P:18-22.

[13] سائیکولوجی آف کراؤدز، ترجمہ: ہاشم صالح, ص:48-49۔

[14] تعلیمات نبوی اور جدید علم نفسیات، مولانا ہارون معاویہ، بیت العلوم، 2019ج2، ص 180-187۔

[15] مشتعل ہجوم کی تاریخ اور نفسیاتی پہلو (نقطہ نظر)، ندیم ایف پراچہ، ڈان نیوز، شائع 13 اکتوبر 2017، ص 7۔

[16] مشتعل ہجوم کی تاریخ اور نفسیاتی پہلو (نقطہ نظر)، ندیم ایف پراچہ، ڈان نیوز، شائع 13 اکتوبر 2017، ص 7۔

[17] جرائم کاری کی نفسیات، شبنم گل، ایکسپریس نیوز پیپر، 18 جنوری 2018، ص:6۔

[18] ایضا